اُردو زبان کا احیا اور سرسیّد احمد خان

(Revival of Urdu Language & Sir Syed Ahmad Khan)

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2022.06041830

ڈاکٹر تہمینہ عباس

Dr. Tahmina Abbas
Assistant Professor, Department of Urdu
University of Karachi, Karachi

Abstract:

Sir Syed Ahmad Khan had a versatile personality in terms of his services in about all spheres of life. At the time when Sir Syed's literary period began, there was no notable prose creation in the Urdu language except the tales etc. During this period, Urdu was the widely spoken language, but Persian was given priority for writing and compilation. Sir Syed's far-sighted eyes examined all these reasons and found many ways for the development of Urdu language. With his efforts, Sir Syed strived to make Urdu as one of the top languages of the world. He wrote articles in Urdu with frequency. His articles published in "Tehzibul-ul-Akhlaq" are the best among Urdu articles. His works written in Urdu language like "Tarikh Sarkashi-e-Bijnaur", "Risala Asbab-e-Baghawat-e-Hind", "Khutbat-e-Ahmadiya", and "Aasaar-us-Sanadeed", are counted among the important works of his period. Sir Syed is the founder of modern Urdu prose. In this paper, the efforts made by Sir Syed Ahmed Khan regarding the revival of Urdu language and literature have been studied.

Keywords:
Sir Syed Ahmad Khan, Urdu Language, Urdu Literature, Urdu Prose, Tehzeeb-ul-Akhlaq, Tarikh Sarkashi-e-Bijnaur, Risala Asbab-e-Baghawat-e-Hind, Khutbat-e-Ahmadiya, Aasaar-us-Sanadeed.

سرسیّد احمد خان ۱۷۔اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلّی میں پیدا ہوئے۔ والد کی طرف سے سیّد احمد حُسینی سیّد تھے جن کا سلسلہ ٔنسب چھتیس واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ان کے والد کا نام میر متقی تھا جو شاہ غلام علی سے بیعت تھے[۱]۔ میر متقی تیراکی اور تیر اندازی جانتے تھے۔ سرسیّد نے بھی یہ فن اپنے والد سے سیکھے[۲]۔ سرسیّد کے نانا خواجہ

فرید الدین نہایت لائق، دانش مند صاحب علم و فضل اور ماہر ریاضی تھے۔ انگریزوں کے عہد میں ایران کے سفیر بھی رہے۔ سر سیّد کی والدہ عزیز النساء بیگم خواجہ صاحب کی بڑی بیٹی تھیں۔ قدرتی طور پر ذہین اور دوسری عورتوں سے زیادہ قابلیت رکھتی تھیں۔ حالاں کہ انھوں نے صرف کلام پاک اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ عزیز النساء بیگم سر سیّد کی تعلیم کی نگرانی خود کرتیں تربیت پر بھی خاص توجہ تھی[۳]۔ بچپن میں سوائے اس کے کہ ان کی صحت بہت اچھی تھی کوئی ایسی ذہنی خصوصیت نہ تھی جس کی بنا پر انھیں عام بچوں پر فوقیت دی جاتی۔ قرآنِ کریم ایک اُستانی نے ختم کروایا۔ ابتدا میں سر سیّد کی توجہ اعلیٰ تعلیم کی جانب نہیں تھی۔ مولوی حمید الدین سے کریما، خالق باری، آمد نامہ، پڑھی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد گلستان، بوستان کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد عربی شروع کی وہ بھی بے پروائی سے۔ اپنے ماموں نواب زین العابدین خان سے ریاضی اور آلات رصد کا علم حاصل کیا[۴]۔ سر سیّد کے بڑے بھائی کا نام سیّد محمد خان تھا جو عُمر میں سر سیّد سے چھ برس بڑے تھے۔ ان کی بڑی بہن کا نام عجبۃ النساء بیگم تھا جو عُمر میں سر سیّد سے تقریباً بارہ برس بڑی تھیں[۵]۔ آہستہ آہستہ سر سیّد میں مطالعے کا شوق بڑھا تو صہبائی، غالب اور آزردہ جیسے اہلِ علم حضرات سے ملنا اور ان کی علمی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کیا۔ تحصیل علم میں ترقّی سر سیّد احمد نے دلّی میں منصف ہونے کے بعد کثرت مطالعہ اور اپنی جدوجہد سے حاصل کی[۶]۔ سر سیّد احمد خان نے کئی درجن کتابیں اور سینکڑوں مضامین لکھے۔ مستقل تصانیف (کتب و رسائل) کی تعداد اکتیس ہے۔ چار کتابیں ترجمہ کیں۔ چار کتابوں کی تصحیح و تدوین کا کام کیا۔ دو کتابیں جو قسط وار مضامین کی صورت میں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کو دوسروں نے کتابی شکل دی۔

سر سیّد کی تصانیف درجِ ذیل ہیں: جام جم (فارسی)، جلا القلوب بذکر المحبوب (اُردو)، آثار الصنادید، سرکشی ضلع بجنور، اسباب بغاوت ہند (انگریزی)، کتاب فقرات (فارسی)، رسالہ خیر خواہ مسلمانان (اُردو انگریزی)، تبئین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل علیٰ ملۃ الاسلام (اُردو انگریزی)، احکام طعام اہلِ کتاب (اُردو)، خطبات احمدیہ (انگریزی)، رسالہ دربیان قدیم دیہی ہندوستان (اُردو)، تفسیر القرآن وہدیٰ الفرقان۔[۷]

سر سیّد کے ادبی دَور کا جب آغاز ہوا تو اُردو پر نہایت کسمپرسی کا عالم تھا۔ اس زمانے میں اُردو تصنیفی زبان نہیں تھی۔ نثر کی کوئی قابلِ ذکر تصنیف اُردو میں موجود نہیں تھی۔ اُردو بول چال کی زبان ضرور تھی کسی قدر عدالتی کاموں میں اُردو کا رواج ہو چلا تھا۔ لیکن مصنفوں، معززین اور شرفا کی زبان اُردو تھی۔[۸] سر سیّد احمد خان نے ۱۸۶۲ء میں غازی پور سائنٹفک سوسائٹی قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہر قسم کی ملکی، علمی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا جاسکے۔ ۱۸۶۲ء میں ہی ایک اخبار نکلنا شروع ہوا جو سائنٹفک سوسائٹی کا ترجمان خیال کیا جاتا تھا۔ بعد میں علی گڑھ گزٹ کہلانے لگا۔[۹] ۱۸۶۴ء میں جب سر سیّد احمد خان کا تبادلہ غازی پور سے علی گڑھ ہوا تو سوسائٹی کا دفتر بھی یہیں منتقل ہو گیا۔ یہاں آنے کے بعد بہت سی غیر ملکی کتابوں کا اُردو ترجمہ ہوا اور وہ منظرِ عام پر آئیں۔[۱۰]

سرسیّد کا اصلی ذوق علمی و اَدبی تھا اور یہ ان کا بیان تھا کہ جیسا تصنیف و تالیف میں میرا جی لگتا ہے ویسا کسی کام میں نہیں لگتا۔ ان کے نانا علمِ ریاضی میں ماہر تھے۔ سرسیّد نے اپنے نانا کے بعض رسالوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔(۱۱) سرسیّد، مرزا غالبؔ، مفتی صدر الدین آرزدہ، مولانا صہبائی نواب ضیاء الدین خان اور نواب مصطفیٰ خان کی صحبت میں رہے۔ سرسیّد خود بھی شعر کہتے تھے اور آہی تخلص کرتے تھے۔(۱۲) "سیّد الاخبار" ان کے بھائی نے ۱۸۳۶ء، ۱۸۳۷ء میں جاری کیا تھا جس میں سرسیّد نے بہت سے مضامین تحریر کیے۔ اس وقت ان کی عُمر اٹھارہ انیس برس تھی۔(۱۳)

ان کی پہلی تحقیقی کتاب آثار الصنادید ۱۸۴۷ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اس وقت سرسیّد کی عُمر تیس برس تھی۔ یہ کتاب دہلی کی عمارتوں پر کمال تحقیق، غیر معمولی محنت اور صحت سے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں جو محنت و مشقت انھوں نے اُٹھائی وہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔(۱۴) سرسیّد کا دوسرا علمی کارنامہ "آئین اکبری" کی تصحیح و ترتیب ہے۔ "آئین اکبری" اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ اس کی زبان اور طرزِ بیان بھی نرالا ہے۔ اس کتاب کی تصحیح و ترتیب آسان نہ تھی۔ انھوں نے متعدد نسخے جمع کرکے ان کی تصحیح کی، اصل کتاب میں جو خامیاں تھیں انھیں دُور کیا۔ غلطیاں جو فاضل مصنف سے ہوگئی تھیں ان کی اصلاح کی۔ کئی سوسکّوں کی تصویریں درج کیں اور ان کے دونوں جانب جو الفاظ تھے وہ نقل کیے۔ مصوّروں سے تصویریں بناکر موقع کی مناسبت سے ان تصاویر کا اضافہ کیا۔ غرض کوئی آئین ایسا نہ چھوڑا جس کی تصویریں نہ دی ہوں۔ یہ جدید طریقۂ تحقیق تھا جس سے مشرق میں کوئی آگاہ نہ تھا۔ سرسیّد کے ایسے کاموں کی مغرب میں بڑی قدر ہوئی۔(۱۵) تصنیف و تالیف کا شوق سرسیّد کو ابتدا ہی سے تھا۔ سرسیّد کا ایک بڑا احسان اُردو زبان پر ہے۔ سرسیّد کی تصنیف و تالیف کا زمانہ ۱۸۴۰ء سے شروع ہوتا ہے جس وقت انھوں نے لکھنا شروع کیا اس وقت "فسانۂ عجائب" جیسی مسجع و مقفع عبارتوں والی کتابوں کا دَور تھا۔ فورٹ ولیم کالج سے جدید اُردو نثر کا آغاز ہوا مگر چند سال بعد کالج بند ہوجانے کی وجہ سے اُردو زبان پر گہرے اثرات مرتّب نہ ہوسکے۔ اس کے بعد دہلی کالج نے مغربی علوم کا شعبہ قائم کرکے اُردو کو جدید علوم و فنون کا ذریعہ بنایا۔ مختلف علوم کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ طبعیات، قانون، تاریخ، کیمیا کی سوسوا سو کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد کالج کی حالت ابتر ہوگئی۔ جب دلّی کالج کا تعلق پنجاب سے ہوا تو کچھ عرصے میں یہ کالج برخاست ہوگیا۔(۱۶)

سرسیّد کے اُردو زبان پر احسانات کے حوالے سے عبدالحق لکھتے ہیں کہ:

انھوں نے زبان کو پستی سے نکالا۔ اندازِ بیاں میں سادگی کے ساتھ قوت پیدا کی۔ سنجیدہ مضامین کا ڈول ڈالا۔ سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ جدید علوم و فنون کے ترجمے انگریزی سے کروائے۔(۱۷) خود کتابیں لکھیں اور دوسروں سے لکھوائیں۔ اخبار "سائنٹفک سوسائٹی" (علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ) جاری کیا۔ تحریر، بے لاگ تنقید، روشن خیالی سے اخبار نویسی کا پایا بڑھایا۔(۱۸) ۱۸۷۰ء میں سرسیّد احمد خان نے وہ یادگار کام کیا جو تاریخ ادب اُردو میں ان کے نام کو ہمیشہ

تابندہ اور پائندہ رکھے گا۔ یہ کام ماہانہ "تہذیب الاخلاق" کی اشاعت تھی۔ یہ وہ رسالہ ہے جس نے ہندوستان کے خوابیدہ علوم وفنون کو بیدار کیا۔ اسی رسالے سے اُردو کے عناصر خمسہ کی نشو ونما ہوئی۔ ۱۸۷۷ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی بنیاد پڑی۔(۱۹)

سر سیّد احمد خان نے اُردو زبان کو رہنمائے حیات بنایا اور اَدب سے وہ کام لیے کہ اس میں آفاقی انداز پیدا ہو گیا۔ انھوں نے خود مضمون نگاری کا آغاز کیا۔ صحافت کو ترقّی دی اور ملک میں ایسا باخبر حلقہ پیدا کیا جو نئی ضروریات اور وقت کے تقاضوں سے باخبر تھا۔(۲۰) اگر یہ تہذیبی تحریک نہ ہوتی تو شبلی مولوی شبلی رہتے اور مہدی افادی کے الفاظ میں تاریخ کے معلّم اوّل نہ بنتے۔ آزاد کی کوششوں کو فروغ نہ ہوتا۔ حالیؔ کی مسدّس مدوجزر اسلام، نہ لکھی جاتی، مقدمہ شعر و شاعری تصنیف نہیں ہوتی۔ نذیر احمد کے تمثیلی قصّے واقعیت اور مقصدیت کا آغاز نہ کرتے۔(۲۱) مسلمانوں کی زبان اُردو تھی۔ جب تعلیم یافتہ طبقے نے اُردو کو چھوڑ کر جدید ہندی کو اختیار کیا تو سر سیّد نے اعلانیہ کہہ دیا کہ اب ہندو اور مسلمان الگ الگ قومیں ہو جائیں گی۔ یعنی قصرِ پاکستان میں پہلی اینٹ اُردو زبان نے رکھی۔(۲۲)

سر سیّد نے "تہذیب الاخلاق" ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو جاری کیا۔ سوسائٹی کے اخبار کی طرح تہذیب الاخلاق بھی سر سیّد کے خیالات اور نظریات کا عکاس رہا۔ "تہذیب الاخلاق" کے سلسلے میں سر سیّد کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو فائدہ بھی ہوا۔ قومیت کا خیال ہوا۔ تعصب کم ہوا۔ ذہنی بیداری عمل میں آئی۔ تعلیم و تربیت پر بھی اثرات مرتّب ہوئے۔(۲۳) تہذیب الاخلاق کے مضامین شعبہ ہائے زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرنے لگے۔ علی گڑھ تحریک نے مسلمانوں کو قنوطیت سے نکالا۔ سنجیدہ علمی اور اَدبی کاموں کے لیے اُردو زبان کا استعمال کیا۔ سر سیّد اور علی گڑھ تحریک کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس تحریک کے تحت ادب کو فروغ ملا۔(۲۴)

اُردو میں سوانح نگاری کے بنیادی خدوخال سر سیّد کی تصانیف "سلسلۃ الملوک" اور "سیرت فریدیہ" میں ملتے ہیں۔ سر سیّد کے رفقا حالیؔ اور شبلی نے اسی نشان کی روشنی میں اس فن کو جلا بخشی۔ حالیؔ نے تین سوانح عمریاں لکھیں۔ "یادگارِ غالب"، "حیات سعدی"، "حیاتِ جاوید"، جب کہ شبلی نے "المامون"، "سیرۃ النعمان"، "الفاروق"، "الغزالی"، "سوانح مولانا روم"، "سیرۃ النبی"، لکھ کر سوانح نگاری کو بام عروج پر پہنچایا۔(۲۵)

سر سیّد نے خود فن تنقید پر کوئی باقاعدہ کتاب تصنیف نہیں کی مگر ان کے خیالات میں تنقیدی رجحانات کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا بنیادی تصوّر یہ تھا کہ اعلیٰ تحریر وہی ہے جس میں سچائی ہو جو بات دل سے نکلے وہ دل میں اُترتی چلی جائے۔ سر سیّد نے ادب کی دوسری اصناف کی طرح تنقید میں بھی "نیچرل" کا اُصول رائج کیا۔(۲۶) اُردو کے تنقیدی نظریات میں سب سے پہلے سر سیّد ہی نے واضح کیا کہ انشا میں اصل چیز مضمون ہے۔ محض تُک بندی اور بے مقصد استعارات سے حُسن نہیں نکھرتا۔ انھوں نے طرزِ بیان میں نیچرل انداز کی اہمیت کو واضح کیا۔(۲۷) اُردو نثر میں مضمون نگاری کی ابتدا اور فروغ

کا سہرا سر سیّد اور ” تہذیب الاخلاق“ کے سر ہی جاتا ہے۔ سر سیّد سے پہلے سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر سنجیدہ مضامین لکھنے کا چلن مفقود تھا۔ اُردو میں مضمون نگاری کی ابتدا کو سر سیّد کا بڑا کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔(۲۸) سر سیّد نے اُردو شاعری میں روایتی اصناف اور ان کے روایتی موضوعات پر سخت تنقید کرتے ہوئے وقت کے تقاضوں کے مطابق نئی اصناف کو فروغ دینے کی وکالت کی۔(۲۹)

اُردو زبان میں مغربی علوم کے تراجم کروانے کے سلسلے میں بھی سر سیّد کا نام سرِ فہرست ہے۔ یہ اس دَور کی اہم ضرورت تھی جسے سر سیّد نے محسوس ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس کو پورا کرنے کی کوشش بھی کی۔(۳۰) یہ سر سیّد کا ہی اثر تھا کہ نذیر احمد نے صحیح معنی میں معاشرتی مسائل کی حامل ناول نگاری اور کردار نگاری کو فروغ دینے میں اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا تھا۔ اسی طرح مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ اور نیچرل سائنس پر اپنی نگارشات قلم بند کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ خاص طور پر کالج کے طلبا کے لیے ان کی تحریر کردہ تاریخ اور ریاضی کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں۔(۳۱)

اُردو اَدب کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ جدید اُردو نثر کا آغاز سر سیّد احمد خان کی کتب اور مضامین سے ہوا۔ سر سیّد ابتدا سے ہی علمی اور اَدبی ذوق رکھتے تھے۔ علمائے اُردو کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے جس سے ان کا ادبی ذوق نکھرتا چلا گیا۔ تحقیق سر سیّد کی سرشت میں موجود تھی۔ ابتدا ہی میں انھیں اپنے بڑے بھائی کے اخبار ”سیّد الاخبار“ میں لکھنے کا موقع ملا۔ پھر ساتھ ساتھ تحقیقی و تدوینی کتب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ”آثار الصنادید“، ”آئین اکبری“، ”تاریخ فیروز شاہی“ سر سیّد کی مثالی تحقیق کا ثبوت ہیں۔ اُردو میں سوانح نگاری کے ابتدائی آثار سر سیّد کی سیرۃ الملوک اور سیرت فریدیہ، میں ملتے ہیں۔ تنقید پر ان کی براہِ راست کوئی کتاب نہیں مگر ان کے تنقیدی تصوّرات واضح تھے۔ اُردو میں مضمون نگاری کی ابتدا کا سہرا سر سیّد احمد خان اور تہذیب الاخلاق ہی کے ذمّے ہے۔ سر سیّد نے اُردو شاعری میں روایتی موضوعات کی مخالفت کرتے ہوئے مقصدیت کو فروغ دیا۔ سر سیّد نے جدید علوم کے تراجم پر توجّہ دی۔ شبلی کی تاریخ نویسی، حالیؔ کی سوانح نگاری، ذکاء اللہ کی تاریخ نگاری، نذیر احمد کی ناول نگاری اور اُردو صحافت ہر جگہ ہمیں اُردو زبان سر سیّد کے احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی نظر آتی ہے۔ سر سیّد نے سادہ اور عام فہم انداز اپنا کر اُردو زبان کو ایک نیا رنگ عطا کیا۔

حوالہ جات

۱۔ خواجہ منظور احمد، سر سیّد کے مختصر حالاتِ زندگی، مشمولہ: قومی زبان اور سر سیّد شناسی (مرتبہ) ڈاکٹر تہمینہ عباس، کراچی: انجمن ترقّی اُردو، ۲۰۱۷ء، ص:۱۳

۲۔ ایضاً، ص:۱۳

۳۔ ایضاً، ص:۱۴

۴۔ ایضاً، ص:۱۵

۵۔ پروفیسر افتخار عالم خاں، سر سیّد اور جدیدیت، دہلی، انڈیا: ایجوکیشن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ء، ص:۵۶

۶۔ خواجہ منظور احمد، سر سیّد احمد خان کے مختصر حالاتِ زندگی، ص:۱۵

۷۔ ur.m.wikipedia.org

۸۔ مسرور احمد توقیر صدیقی، زبان اُردو کا احیا اور سر سیّد، مشمولہ: قومی زبان اور سر سیّد شناسی، ص:۳۵

۹۔ نیرنگ نیازی، سر سیّد احمد خان اور اُردو، مشمولہ: قومی زبان اور سر سیّد شناسی، ص:۹۸

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ مولوی عبدالحق، سر سیّد احمد خان حالات وافکار، کراچی: انجمن ترقّی اُردو، پاکستان اشاعت سوم ۱۹۹۸ء، ص:۳۳

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۴

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً، ص:۳۴

۱۶۔ ایضاً، ص:۳۴۔۳۵

۱۷۔ ایضاً، ص:۳۶۔۳۷

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ نیرنگ نیازی، سر سیّد احمد خان اور اُردو، محولہ بالا، ص:۹۸

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ایضاً، ص:۹۹

۲۲۔ ایضاً، ص:۹۹

۲۳۔ خواجہ منظور احمد، سر سیّد اور تہذیب الاخلاق، مشمولہ: قومی زبان اور سر سیّد شناسی، ص:۴۰۔۴۱

۲۴۔ محمد رفیق مرزا، علی گڑھ تحریک کے اُردو اَدب پر اثرات، مشمولہ: قومی زبان اور سر سیّد شناسی، ص:۲۰۳

۲۵۔ ایضاً، ص:۲۰۵

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً، ص:۲۰۶

۲۸۔ پروفیسر افتخار عالم خان، سر سیّد اور جدیدیت، ص:۱۹۱

۲۹۔ ایضاً، ص:۱۹۱

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً